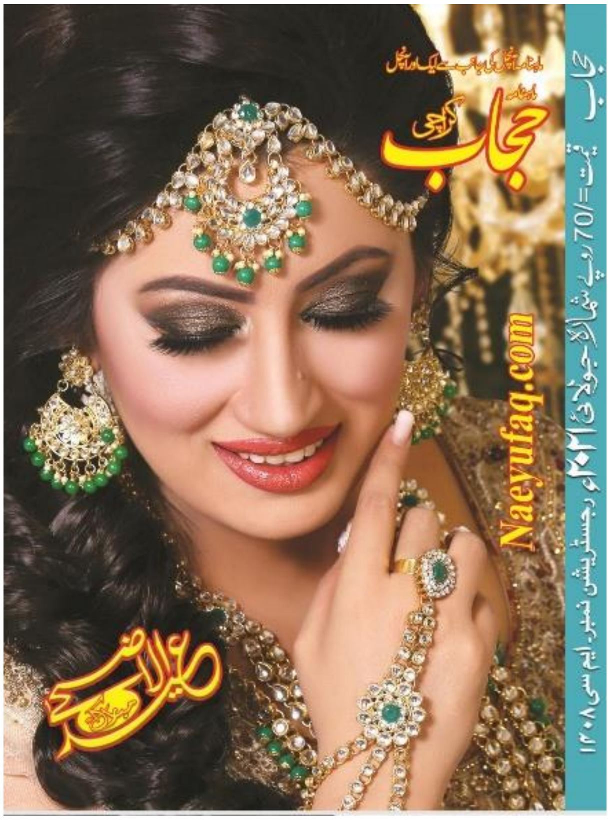

میں تمہاری پیا

سارہ عمر

''بس میں نے کہہ دیا تو کہہ دیا میں واپس ہرگز نہیں جاؤں گی۔'' اس نے دسویں بار روتے ہوئے اپنے آنسو دوپٹے سے رگڑتے ہوئے خشک کیے تھے۔ ارینہ نے ضد کرلی اور کسی طرح مان کے نہ دے رہی تھی۔

اماں ابا سمیت مظہر بھائی، رامین بھابی، صفدر بھائی، اسما بھابی، عذرا خالہ، پڑوس کی نجمہ آنٹی حتیٰ کہ اس کی قریبی سہیلی مدیحہ نے بھی سمجھا لیا مگر وہ ارینہ ہی کیا جو کسی کی بات مان لے۔

صفدر بھائی تو بی پی کے مریض تھے اور انہیں تو یہ سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے تھے کہ جب ندیم تھکا ہارا آفس سے واپس آئے گا تو بیوی کو گھر میں نہ پا کر اس کی کیا حالت ہوگی۔

''جاؤ اسما میرے لیے تو لیموں پانی بنا لاؤ اس لڑکی نے تو آج سالوں بعد ضد پکڑ لی ہے، اس نے آج کسی کی نہیں سننی ہم ہی پاگل ہیں بھینس کے آگے بین بجا رہے ہیں۔'' صفدر بھائی نے ہانپتے ہوئے کرسی سنبھالی اور ڈھے سے گئے۔ ارینہ نے غصے سے بے اختیار صفدر بھائی کو گھورا تھا۔

''مجھے بھینس کہہ رہے ہیں؟ میں کہیں سے بھینس لگتی ہوں؟ دو بچے ہوگئے کبھی ندیم کی ہمت نہ ہوئی مجھے بھینس کہنے کی۔ دو بچوں کے بعد بھی جہیز کے کپڑے مجھے پورے آتے ہیں ایک آپ ہیں مجھے بھینس کہہ رہے ہیں اور وہ ندیم ہیں کنجوس مکھی چوس انہوں نے یہی بہانہ پکڑا ہوا ہے کہتے ہیں مجال ہے کہ تم ذرا بھی بدلی ہو۔ بھلا کیا ضرورت ہے نئے جوڑے بنانے کی۔ ہر سردی گرمی وہی جہیز کے سوٹ نکال کر پہن لیتی ہوں۔ میری الماری تک میں جھانکنے کی زحمت نہیں کرتے کہ بیوی کے پاس کچھ پہننے کو ہے بھی یا نہیں؟'' ارینہ نے گولے بارود کی بارش

کرتے ہوئے نئے سرے سے سوں سوں شروع کردی تھی۔ ساتھ ساتھ شیفون کے نئے دوپٹے سے آنسو بھی جذب کررہی تھی۔ اس کی بات پہ تو صفدر بھائی ہکا بکا رہ گئے تھے البتہ رامین بھابی نے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔

''ارینہ اللہ جھوٹ نہ بلوائے کچھ عرصے پہلے ہی تو ندیم بھائی نے گرمیوں کی شاپنگ کروائی تھی تمہیں اور یہ جس دوپٹے سے آنسو پونچھ رہی ہو یہ بھی اسی حلیمہ سلطان والے برینڈ کا ہے۔'' رامین بھابی نے پول کھولی تو ارینہ نے رونا چھوڑ کر اپنا نیا دوپٹا دیکھا جو آنسو پونچھ پونچھ کر تر ہو چکا تھا۔ وہ ہوش میں آئی تو پھر شروع ہوگئی۔

''تو وہ شاپنگ کون سی میرے لیے کروائی تھی۔'' وہ بدک کر بولی۔

''مجھے کیا پتا تھا ندیم بھائی لان کے سوٹ آفس پہن کر جاتے ہیں۔'' رامین بھابی نے بات اچکی تو بے اختیار سب نے قہقہہ لگایا مگر ارینہ نے پھر سے منہ بسور کر رونا شروع کردیا مگر اس بار ہاتھ بڑھا کر میز کے کنارے رکھا ٹشو کا ڈبا اٹھا لیا تھا۔

''ہاں ہاں، ہنس لیں، ہنس لیں سب ہنس لیں، ندیم بھائی کی بہت سائڈ لی جارہی ہے، شاپنگ بھی اس لیے کروائی کہ فلاں فلاں دوست کے گھر دعوت ہے تو یہ والا سوٹ پہن کر جانا کہیں اسے پتا نہ چل جائے کہ تم ابھی تک جہیز کے سوٹ پہن رہی ہو کتنی بے عزتی ہوگی میری۔ دوسرا جوڑا یہ کہہ کر لے دیا کہ ان کے پھوپو کے بیٹے کی شادی ہونی ہے اس کی دعوت میں کام آئے گا ساتھ اچھی طرح یاددہانی کروائی کہ اسے اپنے بھتیجے کی سالگرہ میں نا پہن جانا پھر سوٹ کی شو خراب ہوجاتی۔'' وہ تفصیلاً ساری بات بتاتے ہوئے بولی۔

''اور یہ سوٹ کیوں پہن آئیں آج؟ اس پہ اعتراض نہیں ہوگا انہیں جب گھر چھوڑ کر آنا ہی تھا تو کوئی پرانا جوڑا پہن آتیں۔'' اب کی بار اسما بھابی نے سب کو گلاسوں میں لیموں پانی دیتے اس کی جانب پھندہ پھینکا مگر وہ کب قابو آئی تھی جواب آتی۔

''ہائے بھائی آپ کیا میرے نئے سوٹ کے پیچھے ہی پڑ گئی ہیں، سارے کپڑے تو چھوڑ ہی آئی ہوں ناں الماری میں، دے دیں اسی چڑیل کو جس کے ساتھ ساری ساری رات باہر رہتے ہیں اور فون پہ گپیں مارتے ہیں۔ یہ سوٹ بڑے ارمان سے لیا تھا، مجھے کیا پتا تھا کہ اسے اپنے گھر سے الوداع ہوتے ہوئے پہنوں گی۔ ہائے میرا تو نصیب ہی خراب تھا جو ادھر شادی ہوگئی۔'' وہ پھر سے سسکنے لگی مگر اب اس کی باتوں کے باعث گھر والوں کی محفل میں سخت تناؤ کی سی کیفیت ہوگی تھی۔

ندیم خاصا سمجھدار اور خوش اخلاق انسان تھا۔ ارینہ اور ندیم کی شادی کو صرف چھ سال ہوئے تھے اور پانچ سال تو ارینہ دوسرے ہی شہر میں رہی تھی۔ ندیم کی ملازمت بھی وہیں تھی مگر اب ایک سال سے اپنے میکے کے قریب ہی گھر لیا تھا۔ وہ اپنے گھر کی باتیں بہت ہی چھپا چھپا کر رکھتی مگر جب کبھی پھٹتی تھی کسی بم کی طرح ہی پھٹتی تھی۔ یہ پہلی بار ہی ہوا تھا کہ وہ ندیم کا گھر چھوڑ کر میکے آ بیٹھی تھی حالانکہ اسے آئے کچھ گھنٹے ہی گزرے تھے مگر وہ سب کے موبائل اپنے سامنے جمع کیے رونے دھونے میں مشغول تھی کہ کوئی ندیم کو اطلاع نا دے سکے۔ ندیم کے آفس جاتے ہی وہ بچوں کے ساتھ میکے آگئی تھی اور ایسا پہلی بار ہوا تھا اس لیے سب ہی گھر والے نہایت پریشان تھے کہ ندیم آفس سے گھر آ کر نہایت پریشان ہوگا۔

مظہر اور صفدر بھائی کو تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بھلا ایسا ہوا کیا کہ وہ گھر چھوڑ آئی۔ ندیم جیسے شخص سے تو انہیں ایسی امید ہی نہیں تھی کہ وہ بچوں کے ہوتے ہوئے باہر کہیں چکر چلائے مگر یہ بات ارینہ کو کون سمجھائے جو بھری بیٹھی تھی۔ سارا غصہ آج ہی ابل ابل کر باہر آ رہا تھا۔

''اب بس کرو ارینہ اور یہ بتاؤ کہ گھر کیوں چھوڑ کر آئی ہو، تم دونوں کے بیچ آخر مسئلہ کیا ہے؟ تم کچھ بتاؤ گی تو ہم ندیم سے بات کرسکیں گے۔'' مظہر بھائی کی بات پہ ارینہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''بات تو ٹھیک کہہ رہے تھے مسئلہ پتا ہوگا تب ہی

بہنوئی کی کلاس لگائیں گے ناں۔''

''ارے مظہر بھائی میں کیا بتاؤں۔ چھ سال میں نے آپ کو ایک لفظ نہیں بتایا یہ ندیم اتنے عجیب انسان ہیں نا شادی سے پہلے اور منگنی کے بعد میری اتنی تعریفیں کرتے تھے جیسے میں ''مس ورلڈ'' ہوں اور جیسے ہی شادی ہوئی انہوں نے تعریف کرنی ہی چھوڑ دی۔ لائبہ اور اریان کی پیدائش کے وقت تو مجھے خود تیار ہونے کی فرصت نہیں ملی مگر اب تو حد ہی ہوگئی ہے ناں، میں تیار ہو کر پوچھتی بھی ہوں تو منہ سے کچھ نہیں بولتے جیسے منہ کو تالے لگے ہوئے ہوں۔ خود پوچھوں کہ بتائیں کیسی لگ رہی ہوں تو کہتے ہیں ''ٹھیک'' میں کہتی ہوں بس ٹھیک تو کہتے ہیں ''اور کیا کہوں ہر وقت دیر کرواتی رہتی ہو بعد میں پوچھنا۔'' کسی دعوت میں جاؤں تو لوگوں کے سامنے پوچھتے رہتے ہیں۔ ''کچھ چاہیے تو نہیں، رائتہ لاؤں تمہارے لیے؟ نان بھی لو ناں بچوں کو میں پکڑ لیتا ہوں اور تم کھانا کھالو۔'' سارے جہان کو پتا ہے میرا میاں بڑا ہی خیال رکھنے والا ہے وہی میاں جب گھر آتا ہے تو میری طرف دیکھتا ہی نہیں کہتا ہے یہ بچے کیوں ریں ریں کررہے ہیں اٹھاؤ انہیں اور جاؤ دوسرے کمرے میں۔ ایک تو دعوت میں جا کر وقت برباد کرواؤ پر سے گھر آ کر ان کی ریں ریں سنو کہیں سکون ہی نہیں۔ مجھے بتائیں میں جہیز میں لے کر گئی ہوں بچے جو ایسے مجھے اور بچوں کو کمرے سے نکال دیتے ہیں کہ صبح آفس جانا ہے۔'' وہ بولتے ہوئے رکی جبکہ مظہر بھائی نے ہونٹ کاٹتے صفدر بھائی کی جانب دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں پتا نہیں اصل قصور ہے کس کا؟

''بس یہی مسئلہ ہے؟'' صفدر بھائی کے کہنے پہ ارینہ کی سرخ آنکھیں پھر سے اشک بہانے لگیں۔

''ابھی کہاں...... ابھی تو بس شروعات ہیں، سارا وقت گھر سے باہر رہتے ہیں، صبح ناشتے پہ کوئی بھی بات کرو تو کہتے ہیں صبح صبح دماغ نہ کھاؤ، اگر آفس فون کرلو تو کہتے ہیں ''کوئی کام ہے کیا؟'' یعنی کام کے علاوہ کال نہیں کرسکتے ادھر فون کرو ادھر بند کردیتے ہیں۔ شام کو آتے ہی

naeyufaq.com
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
آج ہی قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں
ماہنامہ
آنچل
ملک کی مشہور معروف قلمکاروں کے سلسلے وار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے آراستہ ایک مکمل جریدہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں ہے جو آپ کی آسودگی کا باعث ہوسکتا ہے اور وہ ہے اور صرف آنچل۔ آج ہی اپنی کاپی بک کرالیں۔
سانسوں کے اس سفر میں
محبت میں ہاری عورت بہت خطرناک ہوتی ہے وہ کسی بھی حد تک جاسکتی ہے، ام ایمان کی خوبصورت کہانی
اکائی
عشنا کوثر سردار کا ایک لازوال ناول جس کا ہر لفظ انمٹ نقوش چھوڑ دیگا
ہمارا آنچل
قارئین کے تعارف پر مبنی سلسلہ جس میں بہنیں سوالوں کے جواب دے کر شرکت کرسکتی ہیں
Info@naeyufaq.com
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں (03008264242)

کہتے ہیں کہ چائے لاؤ بہت تھک گیا ہوں۔ باہر جانے کا کہوں تو جواب آتا ہے کہ ابھی تو گاڑی چلا چلا کر تھک گیا ہوں۔ ٹی وی لگا لوں تو کہتے ہیں دل نہیں بھرتا پورا دن ٹی وی دیکھ کر، موبائل اٹھاؤں تو تب کہیں گے سارا دن اٹھا لیا کرو میرے سامنے مت اٹھایا کرو۔ کسی کی کال آ جائے تو مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہیں، تنگ آ کر فون ہی بند کر دیتی ہوں مگر خود جناب چوبیس گھنٹے ہاتھ میں موبائل ہوتا ہے، ہر وقت فون ہی فون آتے رہتے ہیں۔ ان کو منع نہیں کرتے کہ اب میں گھر پہ ہوں تو تنگ نہ کرو۔ مجھے بتائیں ناں میں کیا کروں؟" سارے ہی اس کی باتوں سے متفکر تھے۔

"تمہیں شک ہے کہ کوئی دوسری عورت بھی ہے اس کی زندگی میں یا کوئی ثبوت بھی ہے؟" مظہر بھائی نے جھجکتے ہوئے سوال کیا مگر ارینہ کی بات پہ بے اختیار ان کے تنے اعصاب ڈھیلے ہو گئے تھے۔

"بھائی اللہ جھوٹ نہ بلوائے اتنے گھنٹے ہیں یہ ندیم پچاس بار ان کا موبائل میں نے چیک کیا ہے مجال ہے ایک بھی لڑکی کا نمبر انہوں نے سیو کیا ہو۔ سارے کے سارے مردوں کے نمبر ہیں، کال لاگ میں بھی وہی ہوتے، واٹس ایپ میں بھی، ای میل بھی آفس کی ہی آتی ہیں اور تو اور فیس بک پہ بھی سارے مرد ہی دوست ہیں۔ حتیٰ کہ میرا نمبر بھی اریان کے نام سے سیو کیا ہوا ہے۔ دوسری عورت کا ثبوت تو کوئی انہوں نے ہاتھ لگنے ہی نہیں دیا۔ ہاتھ لگ جائے تو بتاؤں انہیں۔ بس شک ہی ہے جب بات کرتے کرتے باہر نکل جاتے ہیں تو بڑا عجیب سا لگتا ہے مجھے۔" صفدر کے منہ سے سکھ کا سانس خارج ہوا یقیناً یہ سب ارینہ کی ذہنی اختراع تھی اور کچھ نہیں۔

"کب سے چل رہا ہے یہ سلسلہ ایسے چھپ کر بات کرنے کا؟" ابا نے کچھ سوچ کر پوچھا تو ارینہ نے کچھ سوچتے ہوئے انگلیوں پہ گننا شروع کر دیا۔

"یہی کوئی ایک ماہ تو ہو گیا ہوگا۔"

"پچھلے ماہ سنبل کی بارات تھی ناں بس اس کے کچھ دن بعد سے یہی سلسلہ چل رہا ہے، راتوں کو دیر سے گھر آنا، کمرہ بند کر کے کام میں لگے رہنا، دوسرے کمرے میں سو جاتے ہیں اور ناشتہ کیے بغیر آفس چلے جاتے ہیں، کچھ کالز تو میرے سامنے سنتے ہیں کچھ کالز پہ کہتے اچھا میں بعد میں تم سے بات کرتا ہوں۔" اماں ابا کے کمرے میں عدالت بجی ہوئی تھی اور ارینہ اماں کے ساتھ ان کے تخت پہ بیٹھی ہوئی تھی جبکہ پڑوس کی نجمہ آنٹی، مدیحہ اور عذرا خالہ تو کب کی جا چکی تھیں کہ اس لڑکی نے تو واپس گھر نہیں جانا ہم جا کر اپنے بچوں کو دیکھیں۔

"میرا خیال ہے بھائی، ندیم کو فون کر کے ادھر بلا لیتے ہیں کھانا بھی کھا لے گا اور یہ مسئلہ بھی حل کر لیتے ہیں۔" صفدر بھائی نے بڑے بھائی سے کہا۔

"ہاں یہ بہتر رہے گا۔" انہوں نے ہامی بھری۔

"ہاں بلا لیں بڑے خوش ہوں گے میکے والے کھانے پہ بلا لیں بھاگے چلے آئیں گے۔" ارینہ نے منہ بسورتے کہا تو اماں نے دھپ لگائی۔

"بس کر دے ارینہ کب سے اپنے شوہر کی غیبتیں کر رہی ہے سارے گھر کو پریشانی میں ڈال دیا۔" اماں نے پہلی بار بیچ میں دخل دیا، انہیں اپنی اکلوتی بیٹی بہت پیاری تھی اور کیوں نہ ہوتی شادی کے بعد دور بھی رہی تھی، تب ہی سب ہی گھر والے اسے بے تحاشا پیار کرتے تھے۔ دونوں بھابیوں کی بھی ارینہ سے خوب بنتی تھی، ہر وقت ہنسی مذاق چلتا رہتا۔ ندیم بھائی البتہ کچھ کم گو تھے یا شادی کے بعد ایسے ہو گئے تھے۔ سنجیدہ مزاج اور زیادہ وقت کاروبار کے متعلق ہی بات کرتے رہتے۔ آج ارینہ نے اتنے عرصے بعد اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے تو سب کو ہی ہمدردی ہو رہی تھی۔ دونوں بھائی اپنے موبائل لیے جانے لگے تو رامین بھابی کو کچھ یاد آیا۔

"تم نے بتایا ہی نہیں کہ رات کو کیا ہوا تھا جو تم گھر ہی چھوڑ آئیں؟" فون اٹھاتے دونوں بھائی بھی رک کر اس کا جواب کے منتظر تھے۔ خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور بولی۔

"وہ آج ہماری شادی کی سالگرہ ہے ناں تو رات میں ان کی اسٹڈی میں گئی وہ کسی سے فون پہ بات کرتے کہہ رہے تھے بس کچھ دن کی تو بات ہے سب کام بالکل ٹھیک ہو جائیں گے پھر میں جی بھر کر اچھا وقت گزار سکوں گا اور ہاں میں نے ہوٹل کی بکنگ کی تفصیل دیکھ لی ہے بس ماسٹر بیڈ لازمی ہو اور کمرے سے باہر کا نظارہ بھی اچھا ہو۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی تو دونوں بھائی پھر سے پریشانی کی سی کیفیت میں بیٹھ گئے تھے۔

"میں جیسے ہی اندر گئی اور مجھے دیکھا تو فون بند کر دیا کہنے لگے تم کیوں ادھر آ گئیں وقت تو دیکھ لیا کرو۔ میں کام میں مداخلت پسند نہیں کرتا۔" اور مجھے نظر انداز کر کے پھر سے فائل اور لیپ ٹاپ میں مگن ہو گئے تھے۔

"میں ساری رات روتی رہی، کبھی سوچا نیند کی گولیاں کھا لوں مگر ندیم کنجوس نے وہ بھی نہیں رکھی ہوئیں پھر سوچا چھت سے چھلانگ لگا دوں مگر پھر ٹانگ وغیرہ ٹوٹ جاتی تو درد بہت ہوتا اور بچوں کو کون سنبھالتا پھر سوچا کہ رات کو ہی بھائی کو جگا دوں تو خیال آیا کہ مظہر بھائی نے فجر پہ اٹھنا ہوتا ہے نیند خراب ہوگی پھر سوچا کہ اسٹیٹس ہی ڈال دوں مگر پھر ندیم بھی دیکھ لیتے۔ میں نے تو رات پولیس کو فون کرنے کا بھی سوچ لیا تھا کہ انہیں پولیس سے چھترول کروا دوں مگر پھر یاد آیا کہ پہلے میکے جا کر بھائیوں سے بات تو کروں کیا پتا نہ خودکشی کی نوبت آئے نہ چھترول کی۔"

"اف...... یہ سب کیا ہے؟" سب نے سر پکڑ لیا۔ دونوں بھائی موبائل لے کر باہر چلے گئے تھے۔

"ارے فکر نہیں کرو تمہاری غلط فہمی ہوگی، اچھا گمان رکھو۔" اسما بھابی نے تسلی دی اور ارینہ کی بھی اب رو رو کر برداشت ختم ہو گئی تھی۔

❀ ❀

"السلام علیکم! مظہر بھائی کیسے ہیں آپ؟" ندیم آتے ہی بہت خوش اخلاقی سے ملا، کھانا فوراً ہی لگ گیا تھا تب ہی وہ ہاتھ دھو کر میز پہ بیٹھ گیا تھا۔ سب نے ہی اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا تھا۔

"بیٹھو...... بیٹھو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" سسر کے اصرار پہ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھنے لگا تب ہی ارینہ اندر داخل ہوئی۔

"ارے واہ اچھا کیا ادھر آ گئیں میں تو خود آج یہی کہنے والا تھا۔" وہ خوشی سے گویا ہوا۔

"السلام علیکم!" ہلکے سے منمناتے وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی، البتہ ندیم کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا تھا۔ سارے گھر والوں کے سامنے وہ اسے نظر انداز کیے کرسی پہ بیٹھ رہی تھی جبکہ ندیم ابھی تک کرسی تھامے سب گھر والوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو کچھ جز بز سے ہو کر رہ گئے تھے۔ عجیب کشیدہ سے ماحول میں کھانا ختم ہوا تو بھائیوں نے اسے ڈرائنگ روم میں بلا کر ارینہ کے سامنے بٹھا دیا تھا۔ اماں ابا موجود تھے جبکہ دونوں بھابیاں اپنے بچوں کے ساتھ اور ارینہ کے بھی بچے سنبھالے بیٹھی تھیں۔

"ندیم تمہیں کوئی مسئلہ ہے ارینہ سے؟" مظہر بھائی نے گلا صاف کرتے ہوئے ندیم سے سوال کیا تو وہ حیرت سے ارینہ کو دیکھنے لگا۔

"نہیں بھائی، بالکل نہیں، کس نے کہا آپ سے؟"

"میں نے کہا ہے۔" ارینہ کے جواب پہ وہ ششدر رہ گیا۔

"مگر کیوں؟ ہمارے بیچ تو ایسا کچھ بھی نہیں، تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہاں...... ہاں چھ سال سے غلط فہمی ہی ہو رہی ہے مجھے، کل رات بھی غلط فہمی ہوئی تھی۔" وہ تنک کر بولی تو اماں نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر ٹھنڈا کیا جبکہ ندیم نے بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹے۔

"ندیم جو بھی تم دونوں کے درمیان مسئلہ ہے وہ آپس میں طے کر لو ہم مداخلت نہیں کریں گے مگر اپنی بیوی کے شکوے دور کرو وہ آج تمہارا گھر چھوڑ کر ادھر آئی ہے مگر ہمیں پتا ہے کہ بھلے بچوں کی ماں ہے مگر ابھی بھی ناسمجھ ہی ہے تم اس کی بات سنو اسے وقت دو تاکہ ایسا مسئلہ آئندہ نہ پیدا ہو۔" مظہر بھائی نے سمجھایا۔

"جی بھائی۔" وہ غصے کو ضبط کرتے ہوئے بولا جیسے کہہ

رہا ہو یہ گھر ہوتی تو بتاتا۔

"بتاؤ سارے مسئلے، یہ سب جواب دے گا۔" صفدر بھائی نے ارینہ سے کہا اور وہ ایک کے بعد ایک مسائل گنوانا شروع ہوئی۔

"چھ سال سے میں تیار ہوتی ہوں آپ تعریف ہی نہیں کرتے۔" اس نے پہلا مسئلہ بیان کیا۔

"ہیں...... یہ مسئلہ ہے؟" وہ پریشان ہوا۔ "ارے کب تعریف نہیں کی؟ کتنی بار تو کہا ہے چاند لگ رہی ہو، پری لگ رہی ہو تب کیا کان بند کیے ہوتے ہیں۔"

"وہ تو...... وہ...... تو آپ کبھی کبھی......" وہ رک رک کر بولی اب کچھ کچھ یاد آیا تھا۔

"تو کبھی کبھی ہی ہوتی ہے ناں تعریف یا ہر وقت شوہر ٹیپ ریکارڈر کی طرح بولتا رہے؟" ارینہ اس کا جواب سن کر گڑبڑائی۔

"سنبل کی بارات پہ پارلر سے تیار ہوئی تھی بھلا کب کی تھی تعریف کہا ٹھیک لگ رہی ہو، میں نے کہا ٹھیک تو موصوف کہتے اور کیا کہوں دیر کرواتی رہتی ہو۔" اس نے سوچ کر یاد کیا۔

"اور جو پارلر والی نے فرمائش کی تھی بیگم کے بال چھوٹے ہیں اور ناخن بھی تو باہر سے ذرا وگ لا کر دیں اور نقلی ناخن بھی پارلر والے اپنے نہیں دیں گے۔"

"تو وہ تمہارے ابو جی لائے تھے۔" ندیم نے روانی میں بولتے زبان دبائی تو ارینہ نے بھی ابا جی کو پہلو بدلتے دیکھا۔

"ہاں وہ آپ ہی لائے تھے۔" اس نے شرمندگی سے سر جھکاتے اعتراف کیا۔

"اور جو پارلر والی نے ایک گھنٹے کا کہہ کر دو گھنٹے لگائے انتظار بھی کیا اور بچے بھی سنبھالے جب تم مجھ سے پوچھ رہی تھیں تو یاد ہے کہ گاڑی کے پیچھے ٹرک آ رہا تھا میں اس کو دیکھوں یا تمہاری تعریف کروں۔ شادی میں دیر ہو رہی ہے اور تمہیں تعریف سننے کی پڑی ہوئی ہے، ہر شادی، ہر دعوت میں تمہارے ہی آگے پیچھے پھر رہا ہوتا ہوں پوچھ لو کسی سے بھی۔"

ندیم کی بات سن کر سب نے سر ہلایا۔ اس نے یہ دیکھ کر سکھ کا سانس لیا مگر ابھی کہاں۔ ارینہ پھر سے شروع ہوئی۔

"ہر دعوت میں آگے پیچھے پھرتے رہتے ہیں، خیال کرتے ہیں دوسروں کو دکھانے کے لیے اور گھر جا کر فوراً بستر پہ گر کر سو جاتے ہیں، دیکھتے بھی نہیں ہیں کہ کیسی لگ رہی ہوں۔" اب بولتے ہوئے اسے رونا بھی آیا۔

"کیا مطلب گھر جا کر الگ سے دیکھنا ہوتا ہے؟ ساری دعوت میں جو دیکھا ہوتا ہے پھر وہ پردے میں رہ کر بھی دیکھنا ہوتا ہے؟" ندیم کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں تو صفدر بھائی نے اپنی ہنسی روکی۔

"اچھا ٹھیک ہے ناں دیکھیں دعوت سے آ کر سو کیوں جاتے ہیں فوراً؟"

"تو کیا بھنگڑا ڈالنا شروع کر دوں؟ تھک کر انسان سوتا ہی ہے ارینہ پتا تو ہے صبح کام پہ جانا ہوتا ہے اگر میں تمہیں اور بچوں کو الگ کمرے میں نہ بھیجوں تو مجھے پتا ہے کہ ایک دو گھنٹے تو انہیں سلانے میں ہی لگ جائیں گے اور میری نیند پوری نہیں ہوگی تو میں کبھی آفس میں کام نہیں کر سکوں گا۔ یہ سب محنت تمہارے اور بچوں کے لیے ہی تو ہے۔" وہ جانتا تھا اگلا اعتراض کمرے سے نکالنے پہ ہوگا تب ہی اس نے ساتھ ہی جواب دے دیا تھا۔

"سب کچھ میرے لیے ہے تو تحفے دینے اور شاپنگ کرنے میں اتنے کنجوس کیوں ہیں؟ اپنی مرضی سے چار جوڑے بھی نہیں بنانے دیتے۔" اس نے اعتراض کیا۔

"کچھ تو اللہ کا خوف کرو، لائبہ کی باری سونے کے کڑے دیئے تھے اور اریان کی دفعہ سونے کی بالیاں یاد آیا؟" وہ بولا۔

"ہر گرمیوں سردیوں میں تین چار سوٹ بن جاتے ہیں اور کیا چاہیے بھلا الماریوں میں رکھے کپڑے صرف دیکھنے کے لیے ہیں اتنے مہنگے جوڑے بنوا کر دیئے ہیں گھر والوں نے تو پہنوان کو تاکہ لٹکے لٹکے خراب نہ ہوں۔ ویسے بھی ہر وقت شاپنگ تو فقط اسراف ہے اور اس کا کوئی

بھی فائدہ نہیں۔" ندیم کی بات کی سب نے تائید کی۔

"اور جو یہ فون والا چکر ہے؟" اس نے نیا اعتراض اٹھایا۔

"کون سا چکر؟" وہ ناسمجھی سے بولا۔

"یہی کہ رات رات بھر فون آتے ہیں اور ساری رات باہر بھی رہتے ہیں۔" وہ ارینہ کو جواب نہ دیتے ہوئے مظہر بھائی کی جانب متوجہ ہوا۔

"مظہر بھائی آپ کو میں نے 'داؤد گروپ آف کمپنیز' کا بتایا تھا ناں کہ انہوں نے ہماری کمپنی کے ساتھ پارٹنر شپ کی ہے۔"

"ہاں...... ہاں یاد آیا۔" وہ ذہن پہ زور دیتے ہوئے بولے۔

"تو انہوں نے ایک مشترکہ آفس اسلام آباد میں کھولنے کا منصوبہ بنایا ہے اس کی کنسٹرکشن سے لے کر ہر چیز کی ذمہ داری میرے ذمے تھی، ایک ماہ سے اسی پہ کام چل رہا تھا کتنی بار میرا اسلام آباد بھی جانا ہوا مگر کچھ کلومیٹر ہی تو ہے میں جا کر واپس آ جاتا۔"

"آپ اسلام آباد جاتے تھے؟" ارینہ نے حیرت سے کہا جیسے پوچھ رہی ہو مجھے کیوں نہیں لے کر گئے؟ مگر وہ اسے دیکھے بغیر بولتا رہا۔

"اب یہ بات میں ارینہ کو بتاتا تو ہنگامہ ہی کرتی کہ گھر میں کیسے رہوں گی کچھ ہو گیا تو، امی کے گھر چلی جاؤں، بس اسی وجہ سے میں جاتا بھی اور واپس بھی آ جاتا تب ہی رات دیر ہو جاتی۔ کبھی صبح بھی ہو جاتی اٹھتے ساتھ ہی آفس جاتا اور وہیں پہ ناشتہ کرتا۔ اصل مقصد اس آفس کے کام کو مقررہ مدت میں ختم کرنا تھا۔ میں مانتا ہوں کہ میں الگ کام کرتا رہا، ارینہ اور بچوں کو وقت نہیں دیا، میں شہر سے باہر جاتا رہا سفر کی وجہ سے تھکن نے مجھے چڑچڑا کر دیا تھا۔ بھوک اور نیند کا غلبہ مجھے بیوی پہ توجہ دینے سے دور لے گیا مگر اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ میں بھول گیا ہوں کہ یہ میری بیوی ہے۔" ندیم کی حقیقت جان کر دونوں بھائیوں کو دلی رنج پہنچا۔

"میں پہلے ہی کہتا تھا یہ لڑکی اپنے شوہر کو پہچان نہیں سکی

naeyufaq.com
مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ نئے افق
شائع ہو گیا ہے
اس کے علاوہ
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2

بھی شوہر تو ہیرا ہے تمہارا۔" صفدر بھائی بولے۔

"وہ ساری محنت تم لوگوں کے لیے کر رہا ہے تو اس کی قدر کرو۔" ابا بولے۔

"اب تو سب شکوے ختم ہو گئے ناں؟" اماں مسکرائیں۔

"نہیں ابھی کہاں؟ رات والی بات بھی بتائیں ناں جو ہوٹل کی بکنگ کروائی ہے ماسٹر بیڈ روم کی۔" ارینہ کی بات پہ ندیم کا چہرہ شرم سے سرخ ہوا اور اس نے سر جھکایا پھر اٹھا کر ارینہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے کہا۔

"وہ بھی یہاں بتاؤں سب کے سامنے؟"

"ہاں تو اور کیا، ادھر پردہ ہے کیا؟" ارینہ نے اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑائے جو پھر غلط سمت ہی دوڑ رہے تھے۔

"وہ ایسا ہے ناں کہ آج ہماری شادی کی سالگرہ ہے تو اس خوشی میں، میں نے ایک ہفتے کی چھٹی لی ہے آفس سے اور بچے چھوڑ کر ہم دونوں بھوربن گھومنے کے لیے جا رہے ہیں تاکہ اپنی بیوی کے ساتھ کچھ فرصت کے لمحات گزار سکوں اور اس کی تمام شکایتیں دور کر سکوں۔ اس لیے بھوربن میں بکنگ کروائی تھی اور یہ سرپرائز تھا جو گھر چل کر دینا تھا مگر بیگم تو اتنی بے صبری ہیں کہ میری نیت پہ ہی شک کر کے میکے چلی آئیں۔"

"ہائے جی...... مجھے لے کر جا رہے ہیں اپنے ساتھ؟" ارینہ نے بے اختیار بے یقینی سے آنکھیں پھاڑیں، خوشی سے وہ صوفے سے اچھل کھڑی ہوئی۔

"نہیں اگر تم نہیں جانا چاہتی تو پھر میں کسی اور کو لے جاتا ہوں۔" وہ شرارت سے مسکرایا تو ارینہ نے کشن اٹھا کر اسے مارا جسے ندیم نے ہنستے ہوئے کیچ کر لیا اور وہ منہ پہ ہاتھ رکھے ہنس رہی۔

"توبہ ہے میں تو پہلے ہی کہتی تھی اس جنگلی بلی کے دماغ میں بھس بھرا ہوا ہے۔ کیسے ہیرے جیسے بچے کو سوال جواب کر کے آدھا کر دیا۔" اماں نے ہنستے ہوئے کہا تو سب ہی ہنس دیئے تھے۔ گھر بھر کی رونقیں پھر سے بحال ہو گئی تھیں۔

❀ ❀

"کیسا لگ رہا ہے بھوربن؟" اسما بھابی نے بچوں سے بات کروانے کے بعد موبائل فون کا اسپیکر آن کیا اور رامین بھابی اور ساس کے پاس لے آئیں۔

"ارے بھابی کیا بتاؤں بہت مزہ آ رہا ہے، مجھے تو لگتا ہے ہم پہلی بار آئے ہیں۔ اتنے خوب صورت نظارے ہیں، یہ پہاڑ اور درخت سچی سارے غم بھول گئے ہیں۔ بہت بہت انجوائے کر رہی ہوں۔" اس کی چہکتی آواز گونجی۔

"اچھا یہ تو بتاؤ کہ ندیم بھائی کیسے ہیں؟" اسما بھابی نے رامین بھابی کو آنکھوں سے اشارہ کرتے اس سے پوچھا۔

"بھابی وہ تو کوئی اور ہی ندیم بن گئے ہیں، سچی دن رات مجھ سے باتیں کرتے ہیں، میری تعریف کرتے ہیں، میرے ساتھ رات میں کافی بھی پیتے ہیں، مجھے تو لگتا ہے ان خوب صورت وادیوں کا اثر ہو گیا ہے، بچے ادھر نہ ہوتے تو ہم واپس ہی نہ آتے۔ مجھے تو لگ رہا ہے دن رات پھر سے حسین ہو گئے ہیں۔" اس کی بات سن کر اسما بھابی سمیت رامین بھابی اور ان کی ساس کی ہنسی چھوٹی تو ارینہ چونکی۔

"ہائے میری باتیں سب کو سنا رہی ہیں، جائیں میں نہیں بولتی۔" ارینہ نے کھٹ سے لائن کاٹی اور رامین بھابی، اسما بھابی اور ارینہ کی اماں کتنی ہی دیر ہنستی رہیں، دل کا شیشہ جب دھل کر صاف ہوتا ہے تو سب کچھ اسی طرح صاف دکھائی دیتا ہے جبکہ دور پہاڑوں کے بیچ واقع ہوٹل میں موجود ارینہ اپنے پیا کے سنگ خوشیوں کے ساون میں بھیگ رہی تھی اور ہنسی کی کھنک سے چونک اٹھی تھی وہ اپنے پیا پہ پھر سے اپنا جیا ہار بیٹھی تھی۔

❀

www.naeyufaq.com